OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

انسانی زندگی کا تحفظ اسلامی فقہ اور عالمی ہیومن رائٹس کی نظر میں

Protection of human life in the eyes of Islamic Fiqah and International Human Rights

Professor Dr. Khadim Hussain Al-Hussaini, Jaffar Yousifi
Al-Mustafa International University, Qum Iran.

Received on: 24-04-2022 Accepted on: 27-05-2022

Abstract

The protection of human life is one of the basic and challenging issues that have always been the focus of jurists and jurists in history. Increase. This short text describes the fact that unlike the propaganda of some enemies of Islam, Islam has given a lot of importance to human life and its safety. The pure teachings of Islam and the guidance of the Qur'an show that the protection of human life is one of the fundamental principles of Islam and for its defense and support, Islam has taken many direct and indirect measures and these measures are such that The Islamic system of protection of human life creates precedence over all other human rights laws, which is impossible to deny. The objective of this research is to review the application of Islamic jurisprudence and international human rights laws under the title of protection of human life and their we have to bring out the commonalities and differences and defects between them so that they become a strong argument for our claim.

Keywords: Safe human life, Islamic Fiqah and International Human Rights, History, Problems.

مقدمہ

انسانی زندگی کا تحفظ اسلامی فقہ اور دیگر تمام عالمی اور علاقائی ہیومن رائیٹس قوانین کے مسلّمہ اصولوں میں سے ایک ہے۔ لیکن اس کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کا واضح انداز میں بیان نہ ہونا اور کچھ کج فہم مسلمانوں کے ہاتھوں بے گناہ انسانوں کا اسلام کے نام پر قتل عام سبب ہوا ہے کہ مغرب، اسلام اور مسلمانوں کو انسانیت کا دشمن اور خود کو انسانی حقوق کا بہت بڑا حامی اور محافظ بنا کر پیش کرے، اور اس بات پر فخر کرے کہ اس نے انسانی زندگی کے تحفظ کے لئے،نہ فقط تمام لازمی اقدامات کیے، قوانین بنائے بلکہ ان پر عمل پیراہ بھی ہیں اور دوسروں کو اپنی پیروی کی دعوت بھی دیتا ہے۔جبکہ حقیقت یہ ہے کہ انسانی زندگی کے تحفظ اور اس کی حمایت کے لئے جتنے عظیم اقدامات دین مبین اسلام نے کیے ہیں اور ان عمل کو عملی جامہ پہنانے لئے،انبیاءاور رسل کو بھیجا ہے،ایسے اقدامات کسی اور مذہب اور حقوقی نظام میں نظر نہیں آتے۔ لہذا ایسے دین کو انسانیت کا دشمن قرار دینا اور مسلمانوں کو دہشت گرد کہنا، سراسر ظلم اور ناانصافی ہے لہذا اس بارے میں اسلامی نقطہ نظر کی اچھی طرح تبیین اور وضاحت، نہ فقط اسلام کے چہرے سے غبار کو ہٹائے گی، بلکہ اس کے داخلی اور خارجی دشمنوں کے لیے منہ توڑ جواب ہوگی۔لہذا ہم دو مراحل میں انسانی زندگی کے تحفظ کے حوالے اسلامی حقوق

نظام اور پھر مغربی نظام حقوق پر نظر ڈالتے ہوئے ان دونوں کے مشترکات اور امتیازات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

پہلا مرحلہ: انسانی زندگی کا تحفظ، اسلامی قوانین کی نظر میں

اسلامی قوانین میں انسانی زندگی کے تحفظ کے حوالے سے اسلامی اقدامات دو حصوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں۔ پہلا حصہ ان تربیتی اور فکری اقدامات پر مشتمل ہے، جن کی وجہ سے انسان ایسے خطوط پر تربیت پاتا ہے جس سے انسان میں جرم اور نافرمانی کے جڑوں کا خاتمہ ہو اور ان کا ڈائریکٹ اثر انسانی زندگی کے تحفظ اور اس کی تضییع کے راہوں کا سد باب ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرا حصہ انسانی زندگی کے تحفظ کی اصل کا قیام ہے جس کہ تحت مستقل طور پر اسلامی حقوقی نظام میں انسانی زندگی کے تحفظ لازم اور کا ضیاع اور قتل کے حرام قرار دیا گیا ہے اور مخالفت کرنے والوں کے لئے سخت عذاب اور اسنگین سزا کا تعین کیا گیا ہے۔ تاکہ وہ انسانی قتل و کشتار کے آگے مضبوط دیوار ثابت ہو۔ دنوں کی تفصیل یہ ہے۔

حصہ اول: انسانی زندگی کے تحفظ اسلام کے تربیتی اور فکری اقدامات:

تمام ادیان الٰہی اور غیر الٰہی میں شاید اسلام وہ پہلا دین ہے، جس نے انسانی زندگی کو اتنی اہمیت دی ہے اور اس کے تحفظ کیلئے بہت بڑا نظام اور اسٹرکچر بنایا ہے ۔جس کا پہلا پایہ، انسان کی فکری اور عملی تربیت پر استوار ہے۔ کیونکہ قتل سمیت تمام جرائم کی بنیاد تربیت اور فکری نشو نما ہے اگر وہ درست ہو جائے تو بہت سارے جرائم از خود ختم ہو جائیں گے۔ لہذا اسلام نے انسان کی فکری نشو نما اور تربیت کے لئے ایسے جامع اور مفید اصول بنائے ہیں، کہ اگر انسان درست انداز میں ان عمل پیرا ہو جائے تو انسان کو مارنے یا قتل کرنے کے لئے سوچے گا اور چہ بسا اس کو انجام دینے دستبر دار ہو جائے۔ یہاں چند ایسے تربیتی اقدامات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

الف:۔ انسان کی عظمت اور مرتبہ کا بیان :اسلامی اہم سور سز یعنی قرآن کریم اور سنت نبویہ کہ مطابق، اللہ پاک نے پوری کائنات میں مخلوقات کے درمیان جتنی اہمیت، انسان کو دی ہے، کسی دوسری مخلوق کو نہیں دی ۔اس کو بلند درجہ عطا کیا، اشرف المخلوقات بنایا اور پھر اس مرتبہ کو بیان کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اللہ نے انسان کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنایا (بقرہ۳۰) اسکے اندر اسرار الٰہی کے ادراک کی صلاحیت اور علمی ظرفیت کو اجاگر کیا (بقرہ۳۳)۔ اس کو امانت الٰہی کا حامل بنایا جس کو اٹھانے سے زمین اور آسمان نے بھی انکار کیا اور اس کو اٹھانے سے خوف کھایا(احزاب۷۲) اس کی خلقت احسن تقویم پر فرما کر مباہات کی(تین۴)اور اس کو تمام مخلوقات پر برتری دی(بقرہ۳۴) حتیٰ کی فرشتوں کو اس سے سجدہ کرایا (بقرہ ۳۴)۔اس طرح ائمہ دین کے اقوال اور احادیث(کلینی،۱۴۰۷:۸/۱۷۷۔ بخاری،۱۴۲۲:۱۱۴۹/۲)سے بھی یہ بات روشن اور واضح طور پر نظر آئی ہے۔ ان تمام آیات اور احادیث کا بنیادی ہدف انسانی کی قدر ومنزلت کو واضح کرنا ہے تاکہ انسان کو انسانیت کی اہمیت کا ادراک ہوا اور وہ اس کے ضیاع کے بارے میں سوچے بھی نہیں اور اگر وہ اس جرم کا ارتکاب کرنا چاہے ہیں تو بھی اس کو جرم کی سنگینی کا احساس ہو ۔

ب۔ تربیتی اصول اور اخلاقی اقدار کی وضع : اسی طرح اسلام نے کچھ بنیادی تربیتی اصول اور اخلاقی اقدار کو وضع کیا ہے جن کا بنیادی ہدف اس کے ماننے والوں کی ایسے خطوط پر پرورش کرنا ہے، جو انسان کی روح کے اندر جرم کی جڑوں کو خشک کرے۔ جیسے تعقل اور تفکر کی طرف دعوت[1] ،خواہشات نفسانی اور نفس پرستی کی مذمّت(جاشیہ ۲۳) اخلاقی تنزلی سے بچنا(طبرسی،۸: ۱۴۱۲) قیامت پر ایمان پر تاکید(لیثی، ۱۴۱۲: ۱۳۷۶)۔ حب الٰہی کا جذبہ پیدا کرنا(بقرہ ۱۶۵۔ شیخ صدوق، ۱۳۶۲: ۲۱/۱/۱) نیکی و احسان ،عفو و درگزر کی طرف تشویق (نساء ۳۶)اور رأفت و مہربانی کو اپنانے(اعراف ۱۹۹) جیسے راہنما اصول شامل ہیں۔ان اصول کو اسلامی تربیتی نظام میں شامل کر کے اخلاقی اقدار کی اہمیت کو بڑھانے سے، انسان زندگی کے تحفظ اور اس کے ضیاع سے ممانعت میں بے پناہ مدد ملتی ہے ۔جو انسان، ان اصولوں اور اخلاقی اقدار کو اپنا لے وہ کبھی انسانی قتل کی فکر بھی نہیں کرے گا بلکہ اس کی حفاظت کے لئے کوشاں ہوگا کیونکہ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے، قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہے لہذا اس کی نافرمانی سے ڈرے گا۔

ج۔ انسانی زندگی کے تحفظ کے لئے اجتماعی اصول اور قوانین کی اختراع: اسلام نے افراد کی انفرادی تربیت کے علاوہ انسانی زندگی کے ضیاع اور قتل کو روکنے کے لئے کچھ اجتماعی قوانین اور اصول بھی بنائے ہیں ،جیسے قتل انسان کو حرام قرار دینا۔(انعام ۱۵۱) قتل کو گناہان کبیرہ میں شمار کرنا اور اس پر عذاب الٰہی کا وعدہ ، قاتل کا مورد غصب الٰہی اور لعنت کا حقدار ہونا، مجرموں اور قاتلوں کے لئے سخت سزاؤں کا تعین(بقرہ ۱۷۸) قاتلوں اور زمین میں فساد پھیلانے والوں کے خلاف جہاد کا حکم (مائدہ ۳۳) وغیرہ۔ نیز چند خاص موارد جیسے قصاص وغیرہ میں قتل کی اجازت دینے کی بنیادی حکمت بھی انسانی زندگی کی حفاظت اور زیادہ انسانی زندگیوں کا مزید ضیاع روکنا ہے۔ جیسے آیہ قصاص میں بھی آیا ہے " **لکم فی القصاص حیاۃ** "کہ تمہارے لئے قصاص میں بھی زندگی ہے ۔امام زین العابدین ع نے اس آیہ کی تشریح میں کہ قصاص کس طرح سے زندگی ہے ؟ فرمایا ہے :جس نے کسی کے قتل کا ارادہ کیا اور وہ آگاہ ہوا کہ وہ بھی قصاص کے طور پر قتل کیا جائے گا ،تو قتل کے ارادے سے پرہیز کرے گا ، اس سے قتل کا ارادہ کرنے والے اور جس کے قتل کا رادہ کیا ہے دونوں کی زندگی ہے اور دوسرے لوگوں کی بھی زندگی ہے جو قصاص کی وجہ سے اس کے پرہیز سے آشنا ہوئے تو انہوں نے قتل سے اجتناب کیا۔ (حر عاملی ۱۴۰۹: ۲۹/۵۳۔ طبرسی، ۱۴۰۳: 319/۲)

مندرجہ بالا تمام امور اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اسلام کے نزدیک انسانی زندگی کا تحفظ اتنا اہم ہے کہ اس نے ایک مسلمان کی فکری تربیت ایسے اصول اور اقدار پر استوار کی ہے جن سے معاشرہ اس طرح پروان چڑھے گا جہاں ایک انسان کو دوسرے انسان کی جان و مال کی طرف غلط نظر سے دیکھنے کی جرائت بھی نہ ہو، ارتکاب کا مرحلہ تو بعد میں ہے۔ اور یہ اصول انسان کو گفتار کے غازی نہیں رفتار اور عمل کا غازی بناتا ہے۔ جرم کا جڑ سے خاتمہ ہوتا ہے۔ جبکہ ایسے اقدامات کسی اور دین و مذہب میں یوں نمایاں نظر نہیں آتے۔

دوسراحصہ :انسانی زندگی کے تحفظ کی اصل اور اس کے ادلہ-:

اسلام نے دوسرے مرحلہ میں انسانی زندگی کے تحفظ اوراس کے ضیاع کے حرام ہونے کوایک قطعی قانون اور اصل قرار دے کراس کواسلام کے بنیادی قوانین اوراصول میں شامل کرلیاہے،اور یہ اصل،ادلہ اربعہ یعنی قرآن و حدیث، اجماع اور عقل سے ثابت ہیں۔اس اصل کا لب لباب یہ ہے کہ انسان کا قتل حرام ہے۔ مگر یہ کسی خاص مورد میں قتل کا جواز قطعی اور یقینی دلیل سے ثابت ہو لہذا ان تمام موارد میں جہاں جواز مشکوک ہو، قتل کا ارتکاب جائز نہیں۔ہم یہاں ان ادلہ کو مختصر طور پر ذکر کرتے ہیں۔

1۔ قرآن کریم

اسلامی شریعت کے بنیادی منابع میں سے ایک قرآن کریم ہے جو انسانی زندگی کے تحفظ اور اسکے ضیاع کی ممانعت پر شدید زور دیتا ہے، قرآن کریم میں ایسی بہت ساری آیات موجود ہیں جو ڈاریکٹ اور ان ڈاریکٹ قتل اورنا حق خون بہانے سے منع کرتی ہیں اور اس کے ارتکاب سے ڈراتی اور مجرمین کو شدید عذاب کا وعدہ دیتی ہیں یہاں چندآیات کوذکر کیاجارہا ہے جوڈاریکٹ اس اصل پر دلیل ہیں ۔

الف :خودکشی کی حرمت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا...وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا(نساء29)[2]

اس آیہ سے خودکشی کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے جس پر لفظ **لا تقتلو انفسکم** دلالت کرتا ہے۔ اور بعد والی آیت جو خودکشی کی سزا کو بیان فرما رہی وہ ممانعت کی شدت پر دلیل ہے کہ ''**و من یفعل ذالک عدوانا و طغی سوف نصلیه نارا کان ذالک علی الله سیرا**'' (نساء ۳۰) یعنی اور جو شخص ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا ہم اس کو (جہنم کی)آگ میں جھلسا دیں گے۔اور یہ اللہ کے لئےآسان ہے۔

پتہ چلاکہ خون بہاناگناہان کبیرہ میں سے ہےاوراس کی سزا جہنم ہے۔نیزاس آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ جب ایک انسان اپنی جان کو لینے کا حق بھی نہیں رکھتا جس پر اس کا سب سے زیادہ حق ہے، تووہ دوسروں کی جان کیسے لے سکتا ہے؟ اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خدائے متعال کی نظر میں انسانی زندگی کی قدرو منزلت کیاہے؟جو انسان کو اپنا خون بہانے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔کیونکہ یہ زندگی اسی کی امانت ہے ،اسی نے عطاکی اور وہی لینے کا حقدار ہےاور تم پراس امانت کی حفاظت کرنالازم ہے۔

اس آیت میں دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ **لا تقتلو انفسکم** سے مراد خودکشی نہ ہو بلکہ ایک دوسرے کو قتل کرنا ہو جیسے سورہ بقرہ میں آیاہے:**وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ذَ لِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ) (بقره ۵۴)**[3]

گوسالہ پرستی کی سزامیں اللہ نےان کوایک دوسرے کومارنے کی سزادی اور فاقتلواانفسکم کاحکم دیا۔البتہ یہاں تیسرا احتمال بھی موجود ہے

جو زیادہ مناسب لگتا ہے کہ۔ انفسکم سے مراد دونوں ہوں یعنی خودکشی بھی اور ایک دوسرے کو قتل کرنا بھی، کیونکہ قرآن کریم کی رو سے نفس کا لفظ خود اور دوسروں دنوں کو شامل ہوتا ہے۔

ب :اولاد کے قتل کی ممانعت :

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ (انعام۱۵۱) [4]

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ (اسراء ۳۱) [5]

دونوں آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی اولاد کو تنگ دستی کے خوف سے قتل کرنا حرام ہے اور یہ حرام ہونا عمومیت رکھتا ہے۔ان آیات سے عمومیت حرمت قتل کو ثابت کرنے کے لئے چند مذکور قیود سے ہاتھ اٹھانا پڑے گا جو اصل حکم میں کوئی تاثیر نہیں رکھتیں۔لہذا ہم کہتے ہیں کہ اولاد کا قتل کرنا، فقر و ناداری کے خوف سے ہو یا نہیں، دونوں صورتوں میں حرام ہے۔اس طرح لازم نہیں کہ مقتول اپنی اولاد میں ہو یا نہیں؟ کسی اور کی اولاد کو قتل کرنا بھی اتنا ہی حرام ہے جتنا اپنے بچے کو، اسی طرح حرمت قتل میں فرق نہیں کہ مقتول بچہ ہو یا نہیں۔ کیونکہ بڑے کو قتل کرنا بھی اتنا ہی بڑا جرم ہے جتنا بچوں کو قتل کرنا، شاید اس سے زیادہ سنگین ہو۔لہذا ثابت ہوا کہ ان سب صورتوں میں قتل انسان کی حرمت عام ہے جو انسان بما هو انسان سے تعلق رکھتی ہے جس کا مطلب ہے کہ انسان کا قتل کسی صورت جائز نہیں مطلق جائز نہیں جیسا کہ بعد میں آنے والی آیات بھی اس کی مؤید ہیں۔

اس آیہ میں قابل توجہ نکتہ یہ بھی ہے کہ اسلام میں بچوں اور بڑوں میں زندگی کا حق رکھنے میں کوئی فرق نہیں۔لہذا اس سے اسقاط حمل ''Abortion'' یعنی بچے کو شکم مادر میں مار دینے کی حرمت بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ وہ بھی ایک انسان ہے اور اس کو بھی زندگی کرنے کا حق ہے بھلے وہ شکم مادر میں ہی کیوں نہ ہو۔اور یہ نکتہ بہت سارے عالمی اور مغربی ہیومن رائیٹس قوانین میں مورد غفلت واقع ہوا ہے۔جبکہ بعض مغربی ممالک اس کو جائز سمجھتے ہیں جس کے نتیجے میں اس بچے سے حق زندگی سلب کر دیا جاتا ہے اور ہر سال لاکھوں کی تعداد میں بچے ،مغربی زچہ خانوں و دیگر کشتار گاہوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے خاموشی سے قتل کئے جاتے ہیں۔جو انسانیت کے چہرے پر بدنما داغ ہے۔

ج:ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے:

مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْفَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًاوَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا(مائده 32) [6]

اس آیہ میں اصل حرمت قتل انسان کو قطعی اور ناقابل شک و تردید فرض کیا گیا ہے اور فقط اس کام کی سنگینی کا احساس دلانا مقصود ہے کہ انسان کا قتل کتنا بڑا جرم ہے؟ تاکہ انسان اس کے ارتکاب سے پرہیز کرے۔دوسرا نکتہ جو اس آیک سے استفادہ ہوتا ہے، وہ قتل کے حرام ہونے کی عمومیت ہے کہ ہر انسانی زندگی اہم ہے، اور اس کا ضیاع حرام، چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بچہ یا بوڑھا، صرف انسان ہونا چاہیئے۔لہذا اس سے انسانی زندگی کے تحفظ کا کلی اصول ثابت ہوتا ہے۔اور یہ اصول عام ہے اور تمام انسانوں کو شامل ہوتا ہے۔اب اگر کسی دوسرے دلیل کے ذریعہ اس اصل سے کوئی مورد خارج ہو تو ٹھیک ورنہ اصل اپنی جگہ پر باقی رہے گا۔

اس آیت کے مطابق اسلام میں ایک انسانی زندگی کا ضیاع، پوری انسانیت کی تضییع ہے اور اس کا تحفظ، پوری انسانیت کا تحفظ ہے۔ اور انسانی زندگی کو تحفظ کی اہمیت بیان کرنے کے لئے ایسی لاجواب مثال، کسی اور دین و مذہب میں نہیں ملتی۔ لیکن پھر بھی کوئی اسلام کو انسانیت دشمن اور مسلمانوں کو دہشتگرد کہے تو یہ بہت بڑی ناانصافی اور ظلم ہوگا۔

4۔ قتل نفس کی حرمت

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ(انعام51)[7]

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا(اسراء33) [8]

ان دو آیات میں ایک مستثنیٰ منہ ہے "لاتقتلوا"، اور ایک مستثنیٰ ہے "الا بالحق"" اور ایک قید ہے لفظ نفس کے لئے "التی حرم اللہ" ہم اس قید کے بارے میں بعد میں گفتگو کرتے ہیں، پہلے اس حکم کا بیان لازم ہے جو آیہ ذکر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ کسی بھی انسان کو قتل کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ اس کا قتل، "قتل بحق" ہونا، ثابت ہو اور یہ ہر قسم کے قتل کو شامل ہوتا ہے، چاہے وہ کسی بھی مورد اور میں مصداق ہو۔ اور نفس یہاں جنس ہے جو عام ہے اور اس پر "ال" جنسیہ کا داخل ہونا اس کی عمومیت پر تاکید ہے، تاکہ کوئی شک و شبہ نہ رہے۔ پس مستثنیٰ منہ کی حد تک حکم واضح اور روشن ہے کہ ہر انسان کا قتل اور جان کا ضیاع حرام ہے، باقی جو چیز اثبات کی محتاج ہے وہ مستثنیٰ "الا بالحق"" ہے یعنی اگر کوئی انسان، قتل کا ارتکاب کرنا چاہتا ہے، وہ اس کے "بالحق" ہونے کو ثابت کرے اور اگر "بالحق" ہونا مشکوک ہو تو، قتل کا ارتکاب نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ آیات اور روایات سے ثابت ہے کہ یہ "قتل بحق" بھی چند موارد میں منحصر ہیں جیسے قصاص، محاربہ، وغیرہ۔ اب اگر کوئی کسی دوسرے مورد کا اضافہ کرنا چاہتا ہے تو وہ قرآن و سنت سے قطعی دلیل کے ذریعہ اس کو ثابت کرے۔

باقی جو چیز رہتی ہے وہ قید "التی حرم اللہ" ہے، جس کے بارے میں یہ بحث موجود ہے کہ آیا یہ قید ایک قید توضیحی ہے جو حکم میں دخالت نہیں رکھتی بلکہ حکم کے تاریخی سابقہ کی طرح اشارہ کرتی ہے یا نہیں بلکہ یہ قید احترازی کہ جو حکم کو محدود اور منحصر کرتی ہے؟ بعض نادان لوگ اس قید کو دلیل کہ طور پر پیش کرتے ہیں کہ اس قید سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حکم فقط مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے اور غیر مسلمان اس سے خارج ہے اور اللہ نے اس کے خون بہانے کو حرام قرار نہیں دیا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک قید توضیحی ہے اور احترازی نہیں جس کی تائید میں ادلہ قرآنی اور روائی موجود ہیں جبکہ اسلامی دنیا کے عظیم شیعہ و سنی مفسرین قرآن نے بھی اس کو صراحت سے بیان کیا ہے۔ ہم یہاں دو جیّد مفسرین کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔

ا۔ مفسر قرآن علامہ طباطبائی صاحب تفسیر المیزان :

وہ اس قید کے تشریح میں فرماتے ہیں کہ "نفس" کی "حرم اللہ" کے ساتھ تقیید، اشارہ ہے اس بات کی طرف کے قتل کی حرمت تمام آسمانی شریعتوں میں ثابت ہے۔ اور یہ ایک ایسا جرم ہے جو غیر قابل انکار ہے۔ علامہ طباطبائی اس بات کی تائید میں

آیہ کے سیاق وسباق سے دلیل ذکر کرتے ہیں کہ سورہ انعام کی آیہ ۱۵۱ میں چند ایسے احکام کو ذکر ہوئے ہیں جو بنی اسرائیل کی شریعت میں بھی موجود تھے جیسے شرک کی حرمت، والدین کے ساتھ نیکی، قتل اولاد اور فواحش سے اجتناب اور ان احکام میں سے ایک انسانوں کا قتل بھی ہے۔ جس سے اس موقف کی تائید ملتی ہے کہ "التی حرم اللہ" قید توضیحی ہے اور احترازی نہیں ہے جو اس حکم کے تاریخی پس منظر کی طرف اشارہ کرتی ہے ۔ نیز قتل کے فواحش میں شامل ہونے کے باوجود مستقل طور پر اس کا ذکر ، اس کی خاص اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ (طباطبائی،۱۴۱۷: ۹۰/۱۳)

آخری نکتہ جو اس آیہ میں قابل توجہ ہے، یہ ہے کہ آیہ کے روسے اصل یہ ہے کہ ہر نفس، حرم اللہ ہے، اللہ نے اس کو محترم کیا ہے یا اس کی تضییع کو حرام کیا ہے مگر یہ کہ کسی کا خون حرام نہ ہو نا ثابت ہو اور وہ بھی ادلہ قطعی یقینی سے ، جیسے قصاص و محاربہ وغیرہ، وگرنہ قتل کا ارتکاب نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ علامہ فخر رازی صاحب تفسیر مفاتیح الغیب :اس آیہ کہ تشریح میں فرماتے ہیں کہ قتل انسان میں اصل قانون اس کا حرام ہونا ہے مگر جب اس کے جائز ہونے پر دلیل قائم ہو (فخر رازی، ۱۴۲۰: ۳۳۴/۲۰)۔ پھر توضیح دیتے ہیں کہ اصل قتل انسان میں حرمت شدیدہ ہے، جبکہ حلیت عارضی سبب سے ثابت ہے۔ پھر اس اصل کی اثبات پر ۵ ادلہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ یہ اصل عام ہے اور تمام انسانوں کو شامل ہوتا ہے مگر چند موردجو الا بالحق کے زمرے میں آتے ہیں (سابق)۔۔ قابل توجہ بات یہ کہ ان کے کلام میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس حکم کے فقط مسلمانوں یا مسلمانوں کے کسی خاص فرقے کے ساتھ مخصوص ہونے کو ثابت کرے۔ اگر یہ قید اگر احترازی ہوتی اور حکم کا دائرہ کسی خاص طبقے کے ساتھ مخصوص ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ ان جیسے عظیم مفسر کے نگاہوں سے مخفی ہو جائے۔ اور وہ اس اصل کے اوپر ادلہ قائم نہ کرتے کیونکہ وہ ادلہ لغو ہوتے۔

بنابراین دنیائے اسلام کے ان دو عظیم مفسرین کی گواہی کے مطابق یہ قید احترازی نہیں جو یہ حکم فقط مسلمانوں کے ساتھ منحصر ہو بلکہ توضیحی قید ہے جو مسئلہ کے تاریخی پس منظر کی طرف اشارہ ہے۔ بر فرض اگر کوئی ضد کرے اور اس قید کے توضیحی ہونے انکار کرے اور حکم کو فقط مسلمانوں کے ساتھ مخصوص جانے تو پھر بھی یہ آیہ کریمہ میں مذکور حکم ہی فقط کو محدود کر سکتی ہے۔ جو دیگر انسانوں سے اس حکم کی نفی نہیں کرتی۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ اثبات شی نفی ماعداہ نہیں ہوتی لہذا دیگر آیات اور احادیث کا اطلاق اور عموم مسلمانوں کے علاوہ دیگر انسانوں کے بارے میں اصل حرمت قتل کو ثابت کرن کے لئے کافی ہے۔

اب تک قرآن کریم کے اعتبار سے مندرجہ بالا تمام آیات کی روشنی میں واضح ہوا کہ اسلام میں انسانی زندگی کے تحفظ کے مطابق، قانون اور اصل، اس کے قتل اور ضیاع کا حرام ہونا ہے الا ما خرج بالدلیل۔ اور یہ خروج بالدلیل فقط چند چیزوں کے لئے ثابت ہے۔

2۔ سنت

اسلامی شریعت کا قرآن کریم کے بعد دوسرا بڑا منبع، سنت پیغمبر ﷺ ہے۔ جس کا گہرا مطالعہ کرنے سے بھی انسانی زندگی کے تحفظ کے لزوم

اور اس کے ضیاع کے حرام ہونے کے بنیادی اصل، قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے۔ اور اس مورد میں رسول اللہ ﷺ اور ائمہ دینؑ سے بہت ساری ایسی احادیث اور روایات وارد ہوئی ہیں۔ ان روایات سے اگر تواتر لفظی ثابت نہ بھی ہو، تواتر معنوی ضرور ثابت ہوتا ہے یہ روایات چند اقسام اور دستوں میں تقسیم ہیں۔ لیکن تمام روایات کا لب لباب انسانی زندگی کے تحفظ کے لزوم اور ضیاع کا حرام ہونا ہے۔ ہم یہاں روایات کی بعض اقسام کو ذکر کرتے ہیں۔

الف۔ انسان کا قتل حرام ہے مطلقا

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین نے خدا کے حضور میں، ناحق خون بہنے کی وجہ سے، جتنی آہ و بکا کی ہے کسی اور چیز کے لئے آہ و بکا نہیں کی۔ (محدث نوری، ۱۴۰۸: ۲۰۸/۱۸۔ شیخ صدوق، ۱۴۰۶: ۱۴۴/۱، فتال نیشابوری، ۱۳۷۵: ۴۶۱/۲)

۲۔ حضرت رسول اللہ ﷺ: جو شخص (خون بہانے میں) کھلا ہاتھ رکھتا ہے، تمہیں فریب میں نہ رکھے، کیونکہ اس کے لئے اللہ کے پاس، ایک ایسا قاتل ہے جو کبھی نہیں مرے گا۔ پوچھا گیا وہ کونسا قاتل ہے؟ تو فرمایا کہ وہ آگ ہے۔ (شیخ صدوق، ۱۴۰۳: ۹۳/۴۔ کلینی، ۱۴۰۷: ۲۷۲/۷)

۳۔ رسول خدا ﷺ جہنم میں ایک وادی سعیر ہے۔ جس کو جب بھی کھولا جائے گا، آگ کے شعلے اس سے باہر نکلتے ہونگے۔ اس میں قاتلوں کو رکھا جائے گا۔ (محدث نوری، ۱۴۰۸: ۲۰۵/۱۸۔ قمی، ۱۳۶۳: ۲۹/۲)

۴۔ امام صادق ع: حضرت موسیٰ ع کو خدائے متعال نے فرمایا: بنی اسرائیل کو کہو کے کسی بے گناہ کے قتل سے اجتناب کرو جس نے کسی کو ایک مرتبہ قتل کیا میں اس کو ایک لاکھ مرتبہ قتل کروں گا۔ (شیخ مفید، ۱۴۱۳: ۲۳۵/۱۔ حر عاملی ۱۴۰۹: ۱۵/۲۹۔ شیخ صدوق، ۱۴۰۶: ۲۷۸/۱)

۵۔ امام صادق ع: مومن شخص جب تک کسی کے ناحق خون سے ہاتھ نہ رنگے، دین میں وسعت رکھتا ہے یعنی امان میں ہے۔ (عیاشی، ۱۳۸۰: ۲۶۷/۱۔ اصول کافی، ۱۴۰۷: ۲۷۳/۷)

۶۔ امام صادق ع سے جان بوجھ کر قتل کرنے والے کے بارے میں سوال ہوا۔ فرمایا اس کی سزا جہنم ہے۔ نیز فرمایا: قاتل بہشت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ (حر عاملی ۱۴۰۹: ۱۴/۲۹۔ شیخ صدوق، ۱۴۰۶: ۲۷۷/۱۔ کلینی، ۱۴۰۷: ۲۷۳/۷)

۷۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اللہ نے قاتل کے علاوہ قتل کرنے والے اور ضارب کے علاوہ مارنے والے پر لعنت کی ہے۔ (کلینی، ۱۴۰۷: ۲۷۴/۷۔ حر عاملی ۱۴۰۹: ۲۱/۲۹)

اس باب میں مزید ایسی بہت روایات موجود ہیں، جن میں انسان کے قتل کو، بغیر کسی دوسرے عنوان اور قید کے مطلقا حرام کہا گیا ہے۔ اس کے انجام دینے والے کی مذمت کی گئی ہے اور جہنم کا وعدہ کیا گیا ہے۔ چاہے مقتول مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا یا جوان، مسلمان ہو یا کافر۔

ب۔ مسلمان کا قتل حرام ہے۔

روایات کی دوسری قسم میں، عنوان مسلمان ہے یعنی مسلمان کا قتل حرام ہے، البتہ اس سے یہ مفہوم تو نہیں نکالا جاتا سکتا کہ غیر مسلمان کا خون بہانا جائز ہے کیونکہ اثبات شی نفی ماعداہ نہیں ہو سکتا۔ اس باب کی بعض روایات پیش خدمت ہیں۔

ا۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: بے شک مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا مگر ایمان کے بعد کافر ہونے، شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرنے اور ناحق خون بہانے کی وجہ سے۔ (اربلی، ۱۳۸۱: ۱/ ۲۳۸۔ باقر مجلسی، ۱۴۰۳: ۳۲/ ۱۸۸)

۲۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کے قتل میں معاونت کی۔ بھلے ایک لفظ کے ذریعہ کیوں نہ ہو، قیامت کے دن وہ شخص اللہ کی رحمت سے مایوس ہو کر آئے گا۔ (محدث نوری، ۱۴۰۸: ۱۸/ ۲۱۱۔ ابن ابی جمہور، ۱۴۰۵: ۱/ ۲۸۳ و ۲/ ۳۳۳)

۳۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:۔ اگر سب زمین اور آسمانوں والے کسی ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہوں اور اس کے قتل پر راضی ہوں، خدا ان سب کو جہنم میں ڈالے گا۔ (شیخ صدوق، ۱۴۱۳: ۱/ ۲۷۹۔ کلینی، ۱۴۰۷: ۷/ ۲۷۲)

۴۔ رسول خدا ﷺ اور امام صادق ؑ نے فرمایا:۔ تم (مسلمانوں کی) جانیں اور اموال تم پر حرام ہیں۔ جس کے پاس کوئی امانت ہے تو اس کو چاہئے کے لوٹادے۔ بیشک مسلمان مرد کا خون تم پر حلال نہیں۔ اور مال بھی مگر اس کی اجازت سے۔ (شیخ صدوق، ۱۴۱۳: ۴/ ۹۲۔ کلینی، ۱۴۰۷: ۷/ ۲۷۴)

ج۔ مؤمن کا قتل کا حرام ہونا :

احادیث اور روایات کی تیسری قسم پہلے دونوں اقسام سے خاص ہے اور اس میں حرمت قتل کا عنوان، مؤمن ہے یعنی مؤمن کا خون بہانے کی حرمت اور مذمت بیان کی گئی ہے جیسے :۔

ا۔ رسول اللہ ﷺ: ایک مؤمن کا قتل اللہ کے نزدیک، پوری دنیا کا زوال اور تباہی سے زیادہ ہے۔ (شیخ صدوق، ۱۴۰۶: ۱/ ۱۴۴۔ محدث نوری، ۱۴۰۸: ۱۸/ ۲۰۷)

۲۔ رسول اللہ ﷺ: اہل آسمان اور زمین کسی مؤمن کے قتل پر متفق ہو جائیں یا اس پر راضی ہوں، تو اللہ ان سب کو جہنم میں ڈالے گا۔ (شیخ مفید، ۱۴۱۳: ۱/ ۲۱۶۔ باقر مجلسی، ۱۴۰۳: ۷۲/ ۱۴۹)

۳۔ امام صادق ؑ: مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے کو توبہ کی توفیق نہیں ملے گی۔ (ابن ابی جمہور، ۱۴۰۵: ۳/ ۵۷۸)

۴۔ امام علی ؑ: بڑے گناہوں میں سے ہیں، مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرنا۔ میدان جنگ سے فرار اور سود خوری۔ (ابن حیوان مغربی، ۱۳۸۵: ۲/ ۴۰۲)

د۔ خودکشی کی حرمت:

روایات کا چوتھا گروہ خودکشی کی مذمت اور حرمت کے بیان میں ہے۔ جس کے مطابق انسان کے پاس، اس کی زندگی، اللہ پاک کی امانت ہے اور اس کو یہ حق نہیں کہ وہ اس کو ختم کر سکے۔ اور جو ایسا کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔ جس سے اس کی حرمت کا استفادہ ہوتا ہے۔

۱۔امام صادقؑ: جو بھی خود کو جان بوجھ کر قتل کرے گا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ خودکشی نہ کرو۔۔۔(شیخ صدوق، ۱۴۱۳: ۹۵/۴۔ کلینی، ۱۴۰۷: ۴۵/۷)

۲۔امام باقرؑ: بیشک مؤمن ہر امتحان میں مبتلا ہوتا ہے اور ہر کسی کی موت کا شکار ہوتا ہے لیکن خودکشی نہیں کرتا۔ (کلینی، ۱۴۰۷: ۱۱۲/۳ و ۲۵۴/۲۔ حر عاملی ۱۴۰۹: ۲۴/۲۹)

ھ ۔حیوانوں کو مارنے سے ممانعت:

روایات کے باب میں آخری قسم انسان کے علاوہ دیگر حیوانوں اور پرندوں کے بیہودہ قتل اور شکار کی ممانعت والی روایات ہیں۔ اگرچہ انسان اشرف المخلوقات ہے، اور اسی کے لئے اس کائنات اور اس کی مخلوقات کو مسخر کیا گیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بیہودہ اور عبث طور پر اس مخلوق کو ضایع کرے، حیوانوں کو اذیت اور تکلیف دے، ان کو مار دے۔ اگر ایسا کرے گا تو مورد عذاب و عتاب الٰہی قرار پائے گا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات میں آیا ہے۔

۱۔رسول اللہ ﷺ: جو بھی حیوان یا پرندہ بے وجہ مارا جائے گا، وہ قیامت کے دن اپنے قاتل کے خلاف شکایت کرے گا۔ (محمدی ری شہری، ۱۳۸۶: ۳۷۵/۳)

۲۔رسول اللہ ﷺ: جس کسی نے چڑیا کو بیہودہ قتل کیا، تو وہ قیامت کے دن اس کی اللہ کے نزدیک شکایت کرے گی اور کہے گی، اے میرے رب فلاں نے مجھے بیہودہ مارا اور کسی فائدے (اور منعت) کے لئے نہیں مارا۔ (سابق)

۳۔امام صادقؑ: پست ترین گناہ تین ہیں۔ جانوروں کو قتل کرنا۔ عورت کا مہر روکنا اور مزدور کی اجرت نہ دینا۔ (حر عاملی ۱۴۰۹: ۱۰۸/۲۹۔ محدث نوری، ۱۴۰۸: ۷۲/۱۵)

۴۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (معراج پر) میں نے ایک عورت کو جہنم میں دیکھا جس کو اس کی بلی ہر طرف سے کاٹ رہی تھی کیونکہ (دنیا میں) اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا نہ اس کو کھانا دیتی تھی نہ ہی اس کو چھوڑتی تھی کہ وہ زمیں کا گھاس وغیرہ کھائے۔ (باقر مجلسی، ۱۴۰۳: ۳۵۱/۷۳)

مندرجہ بالا طبقات روایات کی تحلیل اور جمع بندی

مجموعی طور پر اگر مندرجہ بالا روایات پر نگاہ کی جائے تو پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ مختلف عناوین والی روایات بظاہر ایک دوسرے کے مقابلے میں اور ٹکراتی نظر آتی ہیں۔ تو کیا یہ روایات قابل جمع ہیں یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام روایات اپنے تمام مختلف عناوین کے

باوجود قابل جمع ہیں وہ اس طرح کہ ہم کہیں:

قرآنی آیات کی گواہی کے مطابق، دنیا میں موجود تمام مخلوقات، عبث اور بیہودہ خلق نہیں ہوئے بلکہ ان کی خلقت کا ہدف ہے، چاہے وہ پرندے ہوں یا جانور، انسان ہوں، جن یا کوئی اور مخلوق۔ اللہ پاک کے نزدیک ان کو بغیر دلیل اور عقلائی وجہ کے ضایع کرنا، مارنا اور ختم کرنا، ان کے بنیادی ہدف خلقت کے مخالف ہے اور اس مورد میں انسان اور غیر انسان میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن اگر عقلائی منفعت اور فائدہ ہو تو موجودات عالم میں سے کچھ کو کچھ دیگر پر فدا کیا جا سکتا ہے۔ در نتیجہ انسان جو سب سے افضل اور اشرف المخلوقات ہے، اس پر باقی تمام موجودات کو فدا کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح انسان بھی اگرچہ ذاتا محترم ہے۔ اس کی زندگی اور جان محترم ہے اور اس کی تضیع حرام ہے لیکن تمام انسان بھی ایک مرتبہ پر فائز نہیں۔ بلکہ کچھ کو بعض دیگر پر فوقیت حاصل ہے۔ لہذا مسلمان کو، غیر مسلمان پر، مومن کو مسلمان پر، نبی اور امام کو دیگر مؤمنین پر، اور خود انبیاء و رسل میں سے بھی بعض کو کچھ بعض پر فوقیت حاصل ہے لہذا اگر ان کے درمیان تزاحم ہو اور انسان کسی ایک کی ہی زندگی بچا سکتا ہو تو جس کو فوقیت حاصل ہے ترجیح دے گا۔

لہذا ان تمام انسانوں کا قتل بھی ایک جیسا نہیں اور لہذا قتل کا جرم بھی ایک جیسا شمار نہیں ہوتا، بلکہ کوئی قتل، کسی دوسرے قتل سے زیادہ سنگین حساب ہوتا ہے، اگرچہ دونوں قتل ہیں۔ لہذا یہ روایات کی اقسام، اسی جرم کی سنگینی اور سبکی کی بنیاد پر بنی ہیں ورنہ اصل قتل انسان کے جرم ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ لہذا یہ روایات اس طرح قابل جمع ہیں کہ ہر بے گناہ انسان کا قتل، حرام اور قابل سزا جرم ہے ہاں البتہ اس جرم کی سنگینی اس وقت بڑھ جاتی ہے جب مقتول مسلمان ہو اور اس میں مزید اضافہ اس وقت ہو گا جب وہ مؤمن ہو۔ اور اگر قتل انسان کا مصداق نبی یا امام ہو تو اس کی سنگینی مزید بڑھ جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور ائمہ دین کے عملی روش

دلیل سنت کے آخر میں ہم اپنی قائم کردہ اصل کی تائید میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت حسنہ سے عملی دلیل پیش کرتے جو نہایت ہی عمدہ دلیل ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے: رسول اللہ ﷺ کی ۶۳ سالہ سیرت طیبہ میں آپ ﷺ نے اپنے کردار سے ثابت کیا کہ ان کے نزدیک فقط مؤمن اور مسلمان کی جان و مال ہی محترم نہیں ہے، بلکہ تمام انسانوں کی زندگی بھی محترم ہے۔ بھلے وہ آپ ﷺ کے بدترین دشمن ہی کیوں نہ ہوں۔ جس کا ثبوت مشرکین مکہ، یہودی، نصرانی، اور بہت سارے کفار کو دی گئی جان کی امان ہے۔ فتح مکہ کے بعد اپنے بدترین دشمنوں یعنی مشرکین مکہ کو چھوڑ دینا، نجران کے مسیحیوں سے صلح، فدک کے یہودیوں سے جزیہ قبول کر کے چھوڑ دینا۔ اس بات کی کا ثبوت ہے کہ ان کی جان کو بھی رسول اللہ ص نے محترم جانا۔ حتی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ۶۳ سالہ زندگی میں ایک بھی مورد ایسا نہیں ملے گا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کافر کو کافر ہونے کی وجہ سے قتل کیا ہو یا قتل کرنے کا حکم دیا ہو۔ جبکہ ہو سکتا ہے کہ کسی کے شر انگیزیوں کی وجہ سے یا دیگر اسباب پر قتل کا حکم صادر کیا ہو۔

اسلام میں دوران جنگ بنائے گئے قوانین میں بھی بچوں، بوڑھوں، خواتین، نہتے لوگوں کو مارنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کو بھی چھوڑنے کا حکم دیا ہے جو اسلحہ پھینک دے یا پیٹھ دکھا کر بھاگ جائے۔ چاہے وہ کافر حربی ہی کیوں نہ ہوں۔ قرآن میں بھی حکم موجود ہے'' **قاتلوهم حتی لا تکون فتنة** ''تم ان سے اس وقت تک لڑو کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ یعنی معیار قتل فتنہ اور شرارت ہے نہ کہ اسلام اور کفر لہذا رسول اللہ ﷺ نے بھی یہی اصول اپنایا کہ فتنے کا سد باب کیا جائے ورنہ انسان ہونے کے ناطے ان کے نزدیک انسانی زندگی کے تحفظ میں مسلمان اور کافر دونوں ایک ہیں اور انکے درمیان کوئی فرق نہیں۔

3۔ اجماع:۔

یہاں انسانی زندگی کے تحفظ کے حوالے سے بعض علماء نے اجماع کا دعویٰ بھی کیا ہے لیکن قرآن و سنت کے دلیل ہوتے ہوئے اجماع مدرکی ہو جاتا ہے ۔جس کی وہ اہمیت نہیں رہتی۔ جبکہ دوسری طرف سے اہل سنت علماء کرام میں سے کچھ اس قول کے مخالف ہیں ،لہذا ہم اس دلیل سے صرف نظر کرتے ہیں ۔

4۔ دلیل عقل:۔

انسانی زندگی کے تحفظ اور اس کے ضیاع کی حرمت پر قائم ہماری اصل پر آخری دلیل، دلیل عقل ہے جو فقہ امامیہ میں معتبر دلیل ہے اور یہ دلیل عقلی چند وجوہ سے قابل اثبات ہے۔

ا۔ بے گناہ انسان کا قتل مصادیق ظلم میں سے ہے اور ہر ظلم عقلائے عالم کے نزدیک قبیح ہے لہذا قتل انسان بھی عقلا قبیح اور شرعاً حرام ہے۔ کیونکہ ماحکم بہ العقل حکم بہ الشرع۔

۲۔ انسان کی جان لینا بلکہ ہر جاندار کی جان لینا، بغیر کسی معتبر اور موجہ دلیل کہ ایک عبث اور بیہودہ کام ہے اور ہر بیہودہ اور عبث کام ہے عقلا قبیح اور شرعا حرام ہے۔

۳۔ بناء عقلا اس بات پر قائم ہے کہ وہ عذر معقول اور دلیل موجہ کے بغیر انسانوں کی جان نہیں لیتے اور اس کو سنگین جرم سمجھتے ہیں اور شارع نے اس مسئلے میں کوئی نئی راہ متعین نہیں فرمائی اور اسی بنائے عقلائی پر عمل کیا لہذا یہ شرعا بھی حجۃ ہے۔

۴۔ اسلام میں تمام احکام شرعی مصالح اور مفاسد کے تابع ہوتے ہیں جس کام میں مصلحت ہو اس کا انجام دینا حسن اور جس میں مفسدہ ہو وہ حرام اور قبیح ہے۔ اور کسی بے گناہ انسان کے قتل میں کوئی مصلحت نہیں، جبکہ مفسدہ قطعی ہے۔ لہذا اس کا حرام ہونا بھی یقینی ہے۔

اس دلیل عقلی کے ساتھ انسانی زندگی کے تحفظ اور اس کے ضیاع کی حرمت کی اصل پر، ادلہ اربعہ کامل ہوئے اور جن سے انسانی زندگی کے تحفظ کا واجب ہونا اور اس کے قتل کا حرام ہونا قطعی طور پر ثابت ہے۔ چاہے وہ انسان مسلمان ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت، اور سوائے چند خاص موارد خاص کے جن کو بھی شریعت میں محدود اور منحصر کیا گیا ہے۔ اس اصل کی مخالفت حرام ہے۔ اور اس کا مرتکب، سزا کا مستحق

ہے۔ مشکوک موارد میں بھی اقدام قتل سے اجتناب لازم ہے حتی کہ ایک اسلامی فقہی قانون موجود ہے کہ " **انّ الحدود تدرأ بالشبہات**" حدود شبہات کے وقت ہٹ جاتے ہیں اور اسی طرح سے بہت سارے احکام شرعی قتل اور خون کے موارد میں خود بخود غیر فعال ہو جاتے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے، اسلام کی نظر میں انسانی زندگی کی کتنی زیادہ اہمیت اور مقام ہے۔ اب ایک طرف انفرادی اور اجتماعی تربیتی اقدامات، اور دوسری طرف انسانی زندگی کے تحفظ والی اصل قیام عمل میں لانے بعد یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ دین مبین اسلام نے انسانی تحفظ کے لئے ایک جامع اور مکمل نظام بنایا ہے جو کسی اور مذہب اور حقوقی نظام میں نظر نہیں آتا۔ لہذا اب بھی اگر کوئی اس دین کو انسان دشمن مذہب کہے یا اس کے ماننے والوں کو دہشتگردی سے جوڑے تو کیا یہ بہت بڑی ناانصافی نہیں ہو گی؟

دوسرا مرحلہ: انسانی زندگی کا تحفظ مغربی اور عالمی قوانین کے نظر میں

انسانی زندگی کے تحفظ کے حوالے سے اسلامی نقطہ نظر کے جان لینے کے بعد دوسرے میں، اب تک بنائے گئے کچھ اہم عالمی اور مغربی ہیومن رائٹس قوانین اور دستاویزات پر نظر ڈالتے ہیں جن کو آج کے ہیومن رائٹس قوانین کی بنیاد مانا جاتا ہے۔ پھر فیصلہ ہو گا کہ انسانی زندگی کو زیادہ اہمت مغربی اور عالمی ہیومن رائیٹس قوانین میں حاصل ہے یا اسلام میں؟ اور اس کے تحفظ کے لئے اسلام نے زیادہ مناسب اقدامات کئے ہیں یا مغرب نے۔ ہم یہاں چند اہم ہیومن رائیٹس دستاویزات کو پیش کرتے ہیں۔

1۔ **فرانسوی ڈکلیریشن آف رائٹس آف مین اینڈ سٹیزن** (Declaration of the Rights of Man and of the Citizen)[9]

ہیومن رائٹس کے حوالے سے مغرب زمین پر شاید یہ پہلا مکتوب ڈکلیریشن ہے جس نے دنیا کی توجہ، جدید انسانی حقوق کی طرف مبذول کرائی، غلامی اور ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے پر آمادہ کیا۔ اگرچہ اس ڈکلیریشن میں ضمنی طور پر انسانی زندگی کی طرف اشارہ ہوا ہے لیکن اس کی زیادہ تر توجہ نسل پرستی اور طبقاتی سسٹم کے خلاف تھی، اس ڈکلیریشن کے آرٹیکل ۲ میں آیا ہے:

Article2: The aim of all political association is the preservation of the natural and imprescriptible rights of man. These rights are liberty, property, security, and resistance to oppression.

یعنی تمام سیاسی انجموں کا ہدف انسان کے طبعی اور تخلف ناپذیر حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ یہ حقوق آزادی، مالکیت، امن اور ظلم کے خلاف مزاحمت ہیں۔

البتہ یہ حقوق مطلق نہیں ہیں بلکہ محدود ہیں اس حد تک جب ان سے کسی دوسرے کے حق تلفی نہ ہو اور اس کے حقوق ضایع نہ ہوں لہذا آرٹیکل ۴ میں آیا ہے:

Article 4. Liberty consists in the freedom to do everything which injures no one else

یعنی آزادی سے مراد، ہر کام کو انجام دینے میں آزادی ہے جب تک وہ کام دوسروں کو نقصان نہ پہنچائے۔ لہذا اگر دوسروں کے نقصان کا

موجب بنے تو یہ حق محدود ہو جاتا ہے اور یہ تمام حقوق میں ہے۔ اور ان حدود کا متعین کرنا، اور پابندی لگانا قانون کا کام ہے۔ لہذا آرٹیکل ۴ میں آیا ہے:

the exercise of the natural rights of each man has no limits except those which assure to the other members of the society the enjoyment of the same rights. These limits can only be determined by law.

انسان کے لئے اپنے طبعی حقوق کا استعمال، کوئی خاص محدودیت نہیں رکھتا مگر یہ کہ وہ معاشرے کے دوسرے افراد کے لئے بھی انہیں حقوق کا ضامن ہو۔ اور اس کا تعین قانون کرے گا۔ لیکن قانون بھی اس معاملے میں مختار کل نہیں لہذا وہ فقط اسی حد تک ہی حقوق کو محدود کر سکتا ہے جتنا کہ وہ معاشرے کے لئے ضرر رسان بنے۔ لہذا آرٹیکل ۵ میں آیا ہے۔

Article 5**:** Law can only prohibit such actions as are hurtful to society.

اس ڈکلیریشن کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو یہ نکات سامنے آتے ہیں۔

ا۔ یہ ڈکلیریشن، انسان کے بنیادی ترین حق یعنی حق زندگی کی طرف اشارہ نہیں کرتا جبکہ وہ دیگر تمام انسانی حقوق کا بنیاد ہے۔ اگر زندگی نہیں تو کسی اور حق کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ اس ڈکلیریشن میں حقوق کو محدود کیا گیا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کے نقصان کا موجب نہ بنیں جو کہ اچھی بات ہے۔ لیکن یہ واضح نہیں کہ اگر کوئی حق خود انسان کے اپنے ضرر میں ہو تو کیا کریں؟ یا اگر ضرر دونوں طرف ہوں تو کس کو ترجیح دی جائے۔ یہاں یہ ڈکلیریشن خاموش ہے۔

۳۔ ضرر کی وضاحت موجود نہیں، کہ آیا اس سے مراد، فقط مادی و جسمانی ضرر ہے یا روحانی اور اعتقادی اعتبار سے بھی ضرر رساں چیزیں، ضرر حساب ہونگی جیسے دیگر ادیان کے مقدسات کی توہین۔ نسلی اور قومی بنیادوں پر امتیاز، انسانوں کا رنگ و نسل کے بنیاد پر تمسخر وغیرہ

۴۔ قانون کو فقط ضرر اجتماعی کا محافظ اور نگران مقرر کیا گیا ہے جبکہ اس کو تمام انفرادی ار اجتماعی ضرروں کا محافظ بنانا چاہیے۔

۲۔ یونیورسل ڈکلیرشن آف ہیومن رائٹس (Universal Declaration of Human Rights)

بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق پر پیش کیا جانے والا یہ پہلا ڈکلیریشن تھا جس کو ۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ میں قرارداد نمبر A217 کے ذریعہ منظور کیا گیا اور آج بھی یہ انسانی حقوق کا سرنامہ ہے جو عالمی اور علاقائی سطح پر بننے والے ۷۰ سے زیادہ ہیومن رائٹس دستاویزات کا ماخذ بنا ہے۔ یہ ۳۰ آرٹیکلز پر مشتمل ڈکلیریشن ہے۔ جس کا ہدف انسان کی بنیادی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانا ہے جن میں سے ایک حق، زندگی گذارنا بھی ہے۔ ہم یہاں بعض ان موارد کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو انسانی زندگی کو تحفظ فراہم کرنے سے مربوط ہیں۔ اس ڈکلیریشن کے آرٹیکل ۳ میں آیا ہے۔

Article 3 : Everyone has the right to life, liberty and security of person.[10]

ہر انسان کو زندگی۔ آزادی اور شخصی تحفظ کا حق حاصل ہے۔

لہذا ہر وہ کام جس سے انسانی زندگی کو خطرا ہو، جیسے تشدّد، سنگین سزا اور ناروا سلوک وغیرہ، غیر قانونی اور ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ جیسے آرٹیکل ۵ میں آیا ہے:

Article 5: No one shall be subjected to torture or to cruel, inhuman or degrading treatment or punishment.

اس ڈکلیریشن کے مطابق انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر وہ اپنے ملک، محل سکونت، میں خطرے کا احساس کرے تو اس کو چھوڑ دے اور کسی پرامن جگہ چلا جائے۔ یا دوسرے ملک میں پناہ گزین ہو جائے اور عالمی قوانین کے تحت اس کو وہاں بھی وہ تمام سہولیات فراہم کرنا لازم ہیں جن سے اس کی زندگی کی حفاظت ہو۔ جیسا کہ آرٹیکل ۱۴ میں آیا ہے:

Article 14: (1) Everyone has the right to seek and to enjoy in other countries asylum from persecution.

یونیورسل ڈکلیریشن کا تجزیہ

اس ڈکلیریشن کو ہم عالمی سطح پر انسانی حقوق کے دفاع کے لئے ایک اچھا آغاز کہ سکتے ہیں، جس میں بنیادی حقوق جیسے حق زندگی، حق آزادی اور امن و تحفظ جیسے مسائل کو اجاگر کیا گیا ہے جو ایک اچھی بات ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ نقائص بھی نظر جیسے :۔

۱۔اس ڈکلیریشن میں انسان کے زندگی اور آزادی کے حقوق تسلیم تو کئے گئے ہیں۔ لیکن ان کی حدود بیان نہیں کی گئی کہ ان کا دائرہ کار کیا ہے؟

۲۔اس اعلامیہ میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص اقوام متحدہ کے مقاصد اور اہداف کے خلاف کام کرے تو وہ بنیادی انسانی حقوق کھو دیتا ہے، لیکن اس شخص کو تحفظ دیا گیا ہے جو اپنے یا کسی دوسرے ملک کے مقاصد اور اہداف لئے کام کرتا ہے۔ جس سے خیانت کاروں اور مجرموں کو محفوظ راستہ دیا گیا ہے۔ اسی طرح اس شخص کو بھی تحفظ دیا گیا ہے جو کسی مذہب کے مقدسات کی توہین کرتا ہے، جس سے کروڑوں انسانوں کے احساسات مجروح ہوتے ہوں۔

۳۔اسی طرح اس ڈکلیریشن میں، ظالمانہ اور ناروا سلوک، تحقیر جیسے مجمل الفاظ کی تشریح موجود نہیں کہ کسی کام کے ظلم، تحقیر اور غیر انسانی ہونے کی حدود کیا ہیں؟ جس وجہ سے خواتین اور بچوں سے مربوط امور کی مغرب خود سے تشریح کرتا ہے اور دوسروں کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا الزام لگاتا ہے۔

۴۔اس ڈکلیریشن میں یہ بھی بیان نہیں کیا گیا کہ اس ڈکلیریشن میں موجود قوانین کو جاری کرنے کی مسؤولیت کس پر ہے؟۔ اور اگر کوئی جاری نہ کرے تو اس کے خلاف کیا کاروائی ہو گی؟ آیا یہ فقط چھوٹے ملکوں کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال ہو گا یا بڑے اور طاقتور ممالک جیسے امریکا، اسرائیل اور روس وغیرہ بھی مخالفت کریں تو قانون کی جکڑ میں آئیں گے؟ اور کیا کوئی خود سے ہی کسی کو انسانی حقوق کی مخالفت کا الزام لگا کر حملہ کر سکتا ہے؟ اور اگر کرے تو اس کو روکنے والا کون ہو گا؟

۵۔عالمی ہیومن رائٹس کی اُمن اور جنگ کی صورتحال میں حالت نہایت ہی ابتر ہے، افغانستان، عراق، شام، یمن اور فلسطین میں ہونے والی

جنگوں میں ان حقوق کی پائمالی فقط اتنا ہی سمجھاتی ہے کہ یہ قوانین فقط کاغذ کا پلندا ہیں۔

٦۔ یہ ڈکلیریشن ان بچوں کے سلسلے میں بلکل خاموش ہے کہ جو ماں کے شکم میں ہی مارے جاتے ہیں۔ جیسے وہ انسان ہی نہیں اور ان کے کوئی حقوق نہیں۔ جس کے نتیجے میں آج پوری دنیا بالخصوص یورپ میں ہزاروں بچوں کا "Abortion" کے نام پر قتل عام ہوتا ہے۔

٣۔ شہری اور سیاسی حقوق کا بین الاقوامی معاہدہ (International Convenant on Civil and Political Rights- (ICCPR

یہ معاہدہ حقیقت میں یونیورسل ڈکلریشن کی تشریح ہے۔ اور اسی کو جامہ عمل پہنانے کے لئے دسمبر ١٩٦٦ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے پاس ہوا اور ١٩٧٦ء میں لازم الاجراء بنا۔ اور آج کل یہ انسانی حقوق کی اہم دستاویزات میں سے ایک شمار ہوتا ہے۔ اس کا بنیادی ہدف انسانی معاشرے کے ہر ایک فرد کے لئے برابری کے حقوق کی فراہمی ہے۔ ہم یہاں اس معاہدے میں انسانی زندگی کے تحفظ سے مربوط بعض امور کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

اس معاہدے کے تحت زندگی کرنا انسان کا ذاتی حق ہے جس کی حفاظت لازم ہے جیسا کہ آرٹیکل ٦ میں آیا ہے:

Article 6 :(1) .Every human being has the inherent right to life. This right shall be protected by law. No one shall be arbitrarily deprived of his life.

ہر انسان زندگی کرنے کا ذاتی حق رکھتا ہے جس کی قانون کے ذریعہ حفاظت ہوگی۔ کسی کو بھی زبردستی، جابرانہ طور پر زندگی سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح یہ معاہدہ، موت کی سزا کو ختم کرنے کا متقاضی ہے۔ اور جن ملکوں میں یہ سزا برقرار ہے وہاں پر اس سزا کو فقط سنگین جرائم جیسے نسل کشی وغیرہ کے لئے اور وہ بھی تمام قانونی تقاضے پورے کرنے کے ساتھ، جاری کرنے کا خواہاں ہے۔ جیسا کہ آرٹیکل ٦ کے تبصرہ دوم میں آیا ہے:

Article 6:(2) In countries which have not abolished the death penalty, sentence of death may be imposed only for the most serious crimes in accordance with the law in force at the time of the commission of the crime and not contrary to the provisions of the present Covenant and to the Convention on the Prevention and Punishment of the Crime of Genocide. This penalty can only be carried out pursuant to a final judgement rendered by a competent court.

لیکن اگر یہ ہی سزا خود نسل کشی اور قتل عام کا سبب بنے تو اس کو جاری کرنے سے روکتا ہے اور کہتا ہے: جب موت کی سزا، نسل کشی اور قتل عام کا سبب بنے تو وہاں، یہ معاہدہ قبول کرنے والے ممالک کے لئے جائز نہیں کے وہ ان قوانین کی مخالفت کریں، جن کو نسل کشی اور قتل عام کو روکنے اور سزا دینے لے لئے بنایا گیا ہے۔

Articale 6: (3) When deprivation of life constitutes the crime of genocide, it is understood that nothing in this article shall authorize any State Party to the present Covenant to derogate in any way from any obligation assumed under the provisions

of the Convention on the Prevention and Punishment of the Crime of Genocide.

اس معاہدے کے تحت موت کی سزا ۱۸ سال سے کم عمر بچوں، حاملہ خواتین کے لئے بھی ممنوع قرار دی گئی ہے۔

5. Sentence of death shall not be imposed for crimes committed by persons below eighteen years of age and shall not be carried out on pregnant women.

اس معاہدے کے تحت، تشدد، غیر انسانی اور ظالمانہ سزا، جس سے انسان کی زندگی کو خطرہ ہو، ممنوع ہیں۔ اسی طرح انسان کی اجازت کے بغیر اس پر طبّی اور علمی تجربات کا انجام دینا جن سے اس کی جان کو خطرہ ہو جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ آرٹیکل ۷ میں آیا ہے۔

Article 7: No one shall be subjected to torture or to cruel, inhuman or degrading treatment or punishment. In particular, no one shall be subjected without his free consent to medical or scientific experimentation.

یہاں کچھ مزید نکات بھی انسانی زندگی کے تحفظ سے مربوط ہیں جن سے ہم اختصار کی وجہ سے چشم پوشی کرتے ہیں۔

اس معاہدے کا تجزیہ اور نکات قوت وضعف کا بیان

یہ معاہدہ اپنی جامعیت، اور کامل توضیحات کے اعتبار سے سابقہ تمام حقوقی دستاویزات سے بہتر ہے۔ اس کا ہدف لوگوں سے موت اور دیگر سنگین سزاؤں کو ختم کرنا یا کم کرنا ہے تاکہ انسانی زندگی کو زیادہ تحفظ مل سکے جو قابل ستائش ہے۔ لیکن اس میں بھی چند قابل نقد و اشکال نکات نظر آتے ہیں جو کو اگر دور کیا جائے تو یہ ایک بہترین اور کامل ترین دستاویز بن سکتی ہے، جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ اس معاہدے میں سقط جنین اور خودکشی کے خلاف کوئی بات موجود نہیں جو کہ آج تک لاکھوں انسانی زندگیوں کے ضیاع کا موجوب ہے۔

۲۔ اس معاہدے میں مجرم کے لئے معافی کے درخواست دینے کے حق کا قائل ہونا اچھا ہے لیکن، معاف کرنے کا حق، مطلقاً حکمرانوں کے ہاتھ میں دینا درست نہیں ہے بلکہ یہاں تفصیل کا قائل ہونا چاہیئے جو قومی اور ملکی جرائم ہیں ان کو معاف کرنے کا حق حکمرانوں کے پاس ہو اور حقوق الناس سے مربوط جرائم صاحب حق، جس کا جرم کیا گیا ہے ان کے ہاتھوں میں ہو تو بہتر ہے۔

۳۔ حاملہ خواتین کے حق میں سزائے موت کو محدود کرنا جب تک وہ حاملہ ہے ٹھیک ہے، کیونکہ بچے کو ماں کے جرم کی سزا، نہیں ملنی چاہیئے، لیکن وضع حمل کے بعد جب عورت اپنے بچے کو جنم دے دے تو اس عورت اور دوسری مجرم عورتوں میں کیا فرق ہے کہ سزا پھر بھی جاری نہ ہو؟ لہذا سزا کو معلق کرنا چاہئے نہ کہ ختم کیا جائے۔

۴۔ آخری اشکال بھی وہی سابقہ اشکال ہے۔ اس قانون کے اجراء کی ضمانت کس پر ہے؟ ناظر کون ہے؟ اور کیا وہ اتنا پاورفل ہے کہ اگر بعض طاقتور ممالک یا مخصوص گروہ اس کی پاسداری نہ کریں تو ان کے خلاف کاروائی کر سکے؟ اور اگر ایسا کوئی نظام نہیں تو ان طاقت ور ممالک اور گروہوں کو کون لغام ڈالے گا؟ جو اپنے مفادات کی خاطر تمام قوانین کو پائمال کرتے ہیں۔ اور انسانیت کے خلاف روح فرسا جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

یہاں اور بھی بہت سارے عالمی اور مغربی ہیومن رائٹس دستاویزات موجود ہیں لیکن ہم اختصار کی وجہ سے انہیں مذکورہ دستاویزات پر ہی اکتفا

کرتے ہیں جو ایک لحاظ سے دیگر تمام قوانین کالب لباب اور روح حساب ہوتے ہیں۔

انسانی زندگی کے تحفظ کے حوالے سے اسلامی قوانین اور عالمی ہیومن رائٹس قوانین کا جائزہ

انسانی زندگی کے تحفظ اور اس کی تضییع کو روکنے کے سلسلے میں، اسلامی قوانین واقدامات اور اسی طرح عالمی اور مغربی اہم قوانین میں موجود اقدامات جاننے کے بعد آخری مرحلے ہم ان دونوں حقوقی مکاتب کا ایک تقابلی جائزہ لیتے ہوئے ان کے مشترکات اور افتراقات کی نشاندہی کرتے ہیں تاکہ واضح ہوسکے، انسانی زندگی کے تحفظ کا فرض کس میں زیادہ ادا ہوا ہے۔

ا۔دنوں حقوقی مکاتب کے اہم مشترکات:۔

ا۔سب کو زندگی گذارنے کا حق حاصل ہے۔دنوں مکاتب کے مطابق انسان کو انسانیت کے ناطے زندگی گذارنے کا حق حاصل ہے اور اس میں رنگ، نسل، قوم، مذہب اور ملت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔البتہ اس حق کا منشا کیا ہے اس میں اختلاف ہے جو آگے بیان ہوگا۔

۲۔انسان کی زندگی کا تحفظ کرنا سب پر لازم ہے اور تمام ایسے اقدامات کی روک تھام ضروری ہے، جن سے انسانی زندگی کو خطرہ ہو۔

۳۔اسی طرح لوگوں پر تشدد، ان کو جسمانی اور روحانی طور پر ٹارچر کرنا، اذیت دینا، دنوں مکاتب کے تحت ممنوع اور ناجائز ہے۔

۴۔دونوں مکاتب کے مطابق قانونی اجازت کے بغیر موت کی سزا ممنوع ہے۔لہذا قتل، پھانسی یا کسی اور طرح سے انسانی زندگی کو ختم کرنا، اگر قانونی حدود سے باہر اور استبداد پر مشتمل ہو تو ہرگز جائز نہیں بلکہ ایک قابل سزا جرم ہے۔

۵۔دونوں مکاتب کے مطابق انسان کے ساتھ ناروا سلوک، غیر انسانی، اہانت اور حقارت آمیز رفتار، انسانی کرامت کے خلاف اور ممنوع ہے۔ البتہ اس کے مصادیق کونسے ہیں؟ دنوں مکاتب میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔

۲۔دنوں مکاتب کے اہم اختلافی امور اور امتیازات:۔

مندرجہ بالا مشترکات کے باوجود دنوں مکاتب کے درمیان بہت سارے بنیادی اختلافات بھی پائے جاتے ہیں جن کے بنیاد پر ہر ایک مکتب دوسرے سے فرق کرتا ہے۔جن میں سے چند اہم یہ ہیں۔

ا۔منشا حق زندگی میں اختلاف:۔ اسلامی نقطہ نظر سے انسان کے تمام بنیادی حقوق کا منشأ، من جملہ حق زندگی، ذات مقدس پروردگار ہے۔یہ سب اللہ پاک کی عطا کردہ ہیں۔کیونکہ اسی نے انسان کو خلق کیا اور وہی اس کے وجود کا مالک ہے۔لیکن مغربی نقطہ نظر سے ان حقوق کا منشا ذاتی ہے۔جس کو ذات انسان کو نہ عطا کیا جاسکتا ہے اور نہ سلب کیا جاسکتا ہے۔

۲۔مکلف اور مسؤول میں اختلاف:۔ ہیومن رائٹس قوانین کا خیال رکھنا اور ان کی رعایت کی ذمہ داری مغربی نظریہ حقوق میں رکن ممالک اور معاشرے پر عائد ہوتی ہے۔جبکہ اسلامی نظریہ کے مطابق یہ ذمہ داری ممالک اور معاشرے کے علاوہ معاشرے کے ہر فرد پر ہے کہ وہ جس طرح دوسروں پر حق رکھتا ہے، اسی طرح دوسروں کے مقابلے میں کچھ فرائض اور ذمہ داری بھی رکھتا ہے۔اور یہ مقام عمل میں یکسوئی اور تسلسل کا سبب بنتا ہے۔

۳۔ قتل عام اور اجتماعی تباہی کا موجب بننے والے ہتھیاروں کی ممانعت: اسلامی نظریہ حقوق میں ایسے تمام ہتھیار جو انفرادی یا اجتماعی سطح پر لوگوں کی قتل وغارت کا سبب بنیں، ان کا استعمال ممنوع ہے۔ جیسے ایٹم بم، زہریلی گیسوں، اور موتمار وائرسز کا استعمال بھی جائز نہیں۔ اسی طرح انسانی زندگی کی اہم ضروریات جیسے پانی، ہوا، کھانا اور انوائرمنٹ کو زہریلا اور آلودہ کرنا جس سے نوع بشر کے ختم ہونے اور مرنے کا خدشہ ہو، حرام اور ممنوع ہے۔ لیکن عالمی اور مغربی قوانین اور بنیادی دستاویزات میں اس کی طرف؛ کوئی اشارہ نہیں ہوا۔

۴۔ انسانی زندگی کے بقاء اور استمرار کا وظیفہ:۔ اسلامی نقطہ نظر سے نہ فقط ان عوامل کا سد باب ہونا چاہیئے جس سے انسانی زندگی ختم ہونے اور تباہ ہونے کا امکان ہو۔ بلکہ اس کے بقاء اور استمرار کے لئے بھی تمام ضروری اقدامات کرنا ہم پر لازم ہیں۔ لہذا اگر کوئی انسان مر رہا ہے تو اس تک وسائل زندگی پہنچانا اور اس کو بچانا بھی ضروری ہے، بھلے اس کے ختم ہونے میں ہمارا کوئی کردار نہ ہو۔ لیکن مغربی ہیومن رائٹس دستاویزات اس بیان سے خالی نظر آتے ہیں۔ (علامہ جعفری، ۲۳۷، ۲۳۶، ۲۳۷: ۱۳۹۲ و ۲۳۸)

۵۔ خودکشی کی ممنوعیت:۔ اسلامی نظریہ حقوق میں زندگی اللہ پاک کی نعمت اور امانت ہے لہذا اس کی حفاظت بھی خود انسان پر لازم ہے۔ لہذا، اس کو ضایع کرنا خود انسان لے لئے بھی جائز نہیں۔ لیکن مغربی نظریہ حقوق میں اس کی طرف توجہ ہی نہیں دی گئی۔ بلکہ بر عکس کچھ مغربی ممالک میں اتانازی (Euthanasia) جو خودکشی کا ہی مصداق ہے کو قانونی طور پر جائز قرار دیا جا چکا ہے۔ (سابق)

۶۔ اسقاط حمل یا ابارشن کی ممانعت: اسلامی نظریہ حقوق میں تمام انسان، مساوی طور پر زندگی کرنے کے حق سے برخوردار ہیں اور کسی کو کسی اور پر ترجیح نہیں ہے لہذا انسان بڑا ہو یا چھوٹا کوئی فرق نہیں۔ شکم مادر میں زندہ بچہ کا زندگی پر اتنا ہی حق ہے، جتنا کسی دوسرے انسان کا۔ لہذا، اس حق کو چھیننے کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔ لہذا اسلام میں اسقاط حمل (**Abortion**) جائز نہیں ہے۔ لیکن عالمی اور مغربی ہیومن رائٹس قوانین اس کی طرف اشارہ بھی نہیں۔ بلکہ بہت سارے مغربی ممالک میں اس قتل عام کو قانون تحفظ بھی حاصل ہے۔ جو مغربی نظریہ حقوق پر ایک بدنما داغ ہے۔

خاتمہ:

انسانی زندگی کے تحفظ کے حوالے سے اسلامی قوانین اور عالمی و مغربی ہیومن رائیٹس قوانین کے تفصیل بیان کرنے کے بعد فیصلہ کرنا مخاطب کے عہدے پر ہے کہ ایک دین ۱۴۰۰ سال پہلے سے یعنی اپنی ابتدا سے ہی انسان کی اہمیت اور کرامت کا قائل ہو کر اس کے لئے ان تمام بنیادی حقوق کے لئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر تمام لازمی اقدامات کرتا ہے، جن سے انسانی زندگی کا تحفظ ہو اور اس کی تضییع کا سد باب ہو اور دوسری طرف، وہ نظریہ حقوق ہے جس کو مغرب کے اعلی دماغوں نے سالہا سال کی تحقیقات اور اسلامی ماڈل کو پہلے سے موجود پا کر بنایا اور پھر بھی وہ ابھی تک جامع اور کامل نہیں ہوا، اور اس کی تکمیل میں پتہ نہیں مزید کتنی مدت اور تحقیق در کار ہوگی۔؟ دونوں مکاتب میں کونسا بہتر ہے اور اس سے انسانی زندگی کو زیادہ تحفظ میسر ہوتا ہے؟۔ اس کے باجود بھی کیا اسلام کو انسانیت دشمن مذہب قرار دینا سراسر ناانصافی ہے؟ جبکہ وہ تمام ادیان الہی وغیر الہی میں انسانیت کا سب سے بڑا محسن ہے۔

منابع اور ماخذ:

اس تحقیق میں قرآن کریم کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے۔

1. ابن أبي جمہور، محمد بن زین الدین، عوالی اللئالی العزیزیۃ فی الأحادیث الدینیۃ، دار سید الشہداء للنشر قم، چاپ– اول، ۱۴۰۵ھ۔
2. ابن حیون، نعمان بن محمد مغربی، دعائم الإسلام وذکر الحلال والحرام، 2 جلد، مؤسسۃ آل البیت ع- قم، چاپ: دوم، ۱۳۸۵ھ
3. اربلی، علی بن عیسی، کشف الغمۃ فی معرفۃ الأئمۃ (ط-القدیمۃ)، 2 جلد، بنی ہاشمی- تبریز، چاپ: اول، ۱۳۸۱ھ
4. البخاري الجعفي، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله، الجامع المسند الصحيح (صحيح البخاري) الناشر: دار طوق النجاة، الطبعة الأولى، ۱۴۲۲ھ، ۹ مجلدات
5. جعفری تبریزی، محمد تقی، مجموعہ آثار 5- حقوق جھانی بشر وکاوش ہای فقہی، 1 جلد، موسسہ تدوین ونشر آثار علامہ جعفری- تہران-ایران، چاپ: ۱- ۱۳۹۲ش
6. شیخ حر عاملی، محمد بن حسن، تفصیل وسائل الشیعۃ إلی تحصیل مسائل الشریعۃ، ۳۰ جلد، مؤسسۃ آل البیت ع- قم، اول، ۱۴۰۹ھ
7. شیخ صدوق، محمّد بن علی بن بابویہ، ثواب الأعمال وعقاب الأعمال، در یک جلد، دار الشریف الرضی للنشر، قم-ایران، دوم، ۱۴۰۶ھ
8. شیخ صدوق، محمد بن علی، ابن بابویہ، من لایحضرہ الفقیہ، ۴ جلد، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، قم-ایران، دوم، ۱۴۱۳ھ
9. شیخ صدوق، محمد بن علی، ابن بابویہ، معاني الأخبار 1 جلد، دفتر انتشارات اسلامی قم چاپ اول، ۱۳۸۹ھ
10. شیخ مفید، محمد بن محمد، الإختصاص، 1 جلد، المؤتمر العالمی لالفیۃ الشیخ المفید-ایران؛ قم، چاپ: اول، ۱۴۱۳ھ۔
11. طباطبائی، سید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، دفتر انتشارات اسلامی جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، چاپ پنجم، ۱۴۱۷ھ
12. طبرسی، احمد بن علی، الإحتجاج علی أھل اللجاج (للطبرسی)، 2 جلد، نشر مرتضی- مشہد، چاپ: اول، ۱۴۰۳ھ۔
13. طبرسی، حسن بن فضل، مکارم الأخلاق، 1 جلد، الشریف الرضی- قم، چاپ: چہارم، ۱۴۱۲ھ۔
14. عیاشی، محمد بن مسعود کتاب التفسیر (تفسیر عیاشی) تحقیق: سید ہاشم رسولی محلاتی، ناشر: چاپخانہ علمیہ- تہران، چاپ: اول ۱۳۸۰ش
15. فتال نیشابوری، محمد بن احمد، روضۃ الواعظین وبصیرۃ المتعظین (ط-القدیمۃ)، 2 جلد، انتشارات رضی-ایران؛ قم، چاپ: اول، ۱۳۷۵ش
16. فخر رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی- بیروت، چاپ: سوم، سال ۱۴۲۰ھ۔
17. قمی، علی بن ابراہیم، تفسیر القمی، تحقیق: طیب موسوی جزایری، ناشر: دار الکتاب- قم، چاپ سوم، ۱۳۶۳ھ
18. کلینی، محمد بن یعقوب بن اسحاق، الکافی (ط-الإسلامیہ)، ۸ جلد، دار الکتب الإسلامیہ تہران، چاپ: چھارم، ۱۴۰۷ھ۔
19. لیثی واسطی، علی بن محمد، عیون الحکم والمواعظ (للیثی)، ۱ جلد، دار الحدیث- قم، چاپ: اول، ۱۳۷۶ش۔
20. موسوی ہمدانی سید محمد باقر، ترجمہ تفسیر المیزان، ناشر: دفتر انتشارات اسلامی جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، چاپ: پنجم، قم—ایران، ۱۳۷۴ش
21. محمد تقی، جعفری تبریزی، تاریخچہ حقوق بشر؛ مجموعہ آثار ۵- حقوق جھانی بشر وکاوش ہای فقہی، موسسہ تدوین ونشر آثار علامہ جعفری- تہران-ایران ۱۳۹۲ش
22. محمد محمدی ری شھری، میزان الحکمۃ، در ۱۴ جلد، ناشر: سازمان چاپ ونشر دار الحدیث، قم، چاپ ہفتم، ۱۳۸۶ش
23. مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الأنوار الجامعۃ لدرر أخبار الأئمۃ الأطہار (ط- بیروت)، ۱۱۱ جلد، دار احیاء التراث العربی- بیروت، چاپ: دوم، ۱۴۰۳ق۔
24. نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، ۲۸ جلد، مؤسسۃ آل البیت ع- قم، چاپ اول، ۱۴۰۸ھ
25. https://www.un.org/

26. https://www.justice.gc.ca
27. https://www.ohchr.org/

References

1. Ibn Abi Jamhur, Muhammad bin Zain al-Din, Awali al-Layali al-Azizia fi al-Ahadith al-Diniya, Dar Sayyid al-Shahada for the book of the book, first edition, 1405 AH.
2. Ibn Hayyun, Nu'man bin Muhammad Al-Maghribi, Dua'im al-Islam wa Zikr al-Halal wa Haram, 2 vols.
3. Arbali, Ali bin Isa, Kafs al-Ghamma fi Ma'rifat al-Imath (T - al-Qadima), 2 volumes, Bani Hashemi - Tabriz, print: 1, 1381 AH
4. Al-Bukhari Al-Jaafi, Muhammad bin Ismail Abu Abdullah, Al-Jami' Al-Musnad al-Saheeh (Sahih Al-Bukhari), Publisher: Dar Tawq al-Najat, Al-Tabbat al-Awla, 1422 AH, 9 volumes.
5. Jafari Tabrizi, Muhammad Taqi, collection of works 5- World human rights and efforts of jurisprudence, 1 volume, Allama Jafari publishing and editing institute - Tehran - Iran, print: 1. 1392 Sh
6. Shaykh Hur Aamily, Muhammad Bin Hasan, Details of the Resources of the Shiites to the Compilation of the Problems of the Shari'ah, 30 volumes, Al-Bayt Al-Qom, I, 1409 AH.
7. Shaykh Saduq, Muhammad bin Ali bin Babwiyyah, The reward of deeds and the reward of deeds, in one volume, Dar al-Sharif al-Razi for publication, Qom - Iran, II, 1406 AH
8. Shaykh Saduq, Muhammad Bin Ali, Ibn Babuyyah, Man La Yahdrah Al-Faqih, 4 volumes, Office of Islamic Anarchies affiliated to Jamia Madraseen, Qom-Iran, II, 1413 AH.
9. Shaykh Saduq, Muhammad bin Ali, Ibn Babuyya, Maani Al-Akhbar, Volume 1, Office of Antarhat-e-Islami, Qom, Chapter 1, 1389 AH
10. Shaykh Mufid, Muhammad bin Muhammad, Al-Khatsas, 1 vol., Al-Tomar Al-Alami Lalfiyyah Shaykh Al-Mufid - Iran; Qom, Chap: I, 1413 AH.
11. Tabatbayi, Syed Muhammad Hussain, Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an, Office of Islamic Studies, Jamia Madraseen, Qom, Fifth Edition, 1417 AH
12. Tabarsi, Ahmad bin Ali, Al-Hitjaj Ali Ahl al-Jajj (Lal-Tabarsi), 2 volumes, published by Murtaza - Mashhad, print: I, 1403 AH.
13. Tabarsi, Hasan bin Fazl, Makaram al-Akhlaq, 1 volume, Al-Sharif al-Radhi - Qom, Print: IV, 1412 AH.
14. Ayashi, Muhammad bin Masoud Kitab al-Tafsir (Tafsir Ayashi) Research: Sayyid Hashim Rasooli Mahalati, Publisher: Al-Ilamiya Printing House-Tehran, Edition: 1380 A.H.
15. Fatal Nishaburi, Muhammad bin Ahmad, Ruzat al-Waaziin wa Basirat al-Mutazina (T - Al-Qadima), 2 volumes, Antarhat Razi - Iran; Qom, Chap: I, 1375 Sh
16. Fakhr Razi, Muhammad bin Umar, Mafiyat al-Gheeb, Dar Ahyaya al-Tarath al-Arabi, Beirut, Print: Third, year 1420 AH.
17. Qumy, Ali ibn Ibrahim, Tafsir al-Qumy, research: Tayyab Musawi Jazairi, publisher: Dar al-Kitab - Qum, third chapter, 1363 AH
18. Kalani, Muhammad bin Yaqoob bin Ishaq, Al-Kafi (i-Islamiyya), 8 volumes, Dar al-Kutub al-Islamiyya, Tehran, Print: 4th, 1407 AH.
19. Laithi Wasti, Ali bin Muhammad, Eyes of Judgment and Al-Muwaaz (Laithi), 1 volume, Dar al-Hadith - Qom, Print: I, 1376 SH.
20. Mousavi Hamdani, Syed Muhammad Baqir, Translation of Tafsir al-Mizan, Publisher: Office of Islamic Studies, Jamia Madraseen, Qom University, Print: Fifth, Qom - Iran, 1374
21. Muhammad Taqi, Jafari Tabrizi, History of Human Rights; Collection of works 5 - Universal human rights and efforts of high Faqhi, Allama Jafari Institute of Editing and Publishing - Tehran - Iran 1392
22. Muhammad Mohammadi Ri Shahri, Mizan al-Hikama, vol. 14, publisher: Dar al-Hadith Printing

and Publishing Organization, Qom, 7th edition, 1386.
23. Majlisi, Muhammad Baqir bin Muhammad Taqi, Bihar al-Anwar al-Jamia al-Darr Akhbar al-Imath al-Athar (I - Beirut), 111 volumes, Dar Ihyaya al-Tarath al-Arabi - Beirut, printed: II, 1403 BC.
24. Noori, Hussain bin Muhammad Taqi, Mustardak al-Wasail wa Mustanbat al-Masail, 28 volumes, Al-Bayt Al-Qum Institute, Chapter 1, 1408 AH.

---

[1] ۔قرآن کریم میں ۴۹ مرتبہ لفظ تعقل، ۱۸ مرتبہ کلمہ تفکر، ۸ مرتبہ لفظ تدبر استعمال ہوا ہے جبکہ وہ موارد جہاں انسان کو دیگر الفاظ سے تعقل اور تدبر کی طرف رغبت دلائی گئی ہے۔

[2] -(اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو بے شک اللہ تم پر بڑا رحم کرنے والا ہے)

[3] -(اور جب موسی نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم نے گوسالہ اختیار کر کے یقیناً اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ پس اپنے خالق کی بارگاہ میں توبہ کرو اور اپنے لوگوں کو قتل کرو۔ تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔ اور پھر اس نے تمہاری توبہ قبول کر لی بے شک وہ خوب توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔)

[4] -(اور مفلسی کے خوف سے اپنے اولاد کو قتل نہ کرو، ہم تمہیں رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی)

[5] - (اور تم اپنی اولاد کو تنگ دستی کے خوف سے قتل نہ کیا کرو ہم انہیں رزق دیں گی اور تمہیں بھی؛)

[6] ۔جس نے کسی ایک کو قتل کیا جب کہ یہ قتل خون کے بدلے میں یا زمین میں فساد پھیلانے کے جرم میں نہ ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی ایک کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی۔

[7] -اور جس جان کو خدا نے محترم بنایا ہے اس کو قتل نہ کرو، ہاں مگر حق کے ساتھ، یہ وہ باتیں جن کی تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم عقل سے کام کو

[8] -اور جس جان کا مارنا خدا نے حرام کیا ہے، تم اس کو قتل نہ کرو، مگر حق کے ساتھ، اور جو شخص مظلوم مارا جائے تو ہم نے اس کے ولی کو (قصاص) کا اختیار دیا ہے۔

[9] - https://www.justice.gc.ca/eng/rp-pr/csj-sjc/ilp-pji/rev5/index.html

[10] - https://www.un.org/en/about-us/universal-declaration-of-human-rights